مفسرِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت

مُفتی مُحمّد فیض اَحمد اُویسی رضوی نور اللہ مرقدہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَحۡمَۃً لِّلۡعَالَمِیۡنَ ﷺ

بدعاتِ صحابہ

از

فیضِ ملت، امام المناظرین، مُفسرِ اعظم پاکستان، خلیفہ مفتی اعظم ھند

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی محدث بہاولپوری نور اللہ مرقدہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

امـابـعـد! حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت سے اُمور ایسے ہیں جن کوصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بدعت کہا جیسے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس تراویح کو ''نِعْمَۃِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ''[۱] فرمایا ایسے ہی جمع القرآن وغیرہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے کوئی ایسا عمل صادر ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل بہیت کذائیہ کے خلاف محسوس ہوا تو وہ بھی ان کے نزدیک بدعت ٹھہرا جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو نمازِ اشراق مجموعی طور پر تراویح کی طرح پڑھتے دیکھ کر بدعت کہہ دیا۔ اس کی تفصیل فقیر نے رسالہ ''کیا نوافلِ اشراق بدعت ہیں؟'' میں عرض کی ہے یونہی حلقۂ ذکر کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدعت کہا وغیرہ وغیرہ۔

پھر جس عمل کو کسی صحابی نے بدعت کہا لیکن اس پر خود عمل فرمایا اور دوسرے حضرات بھی اس عمل میں شریک ہوئے تو وہ تا قیامت قابلِ عمل ہے جیسے بیس تراویح اور اسی پر اہل سنت کا عمل ہے لیکن غیر مقلدین اسے بھی بدعت سمجھ کر بیس تراویح کو بدعتِ عمری کہتے ہیں اور خود ساختہ آٹھ تراویح کو سنت کہتے ہیں اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ''آٹھ تراویح بدعت ہے'' اور دوسرا رسالہ ''بیس تراویح سنت ہے'' میں پڑھئے۔

ہاں! جس خلافِ سنت عمل کو کسی ایک صحابی نے بدعت کہا اور وہ تنہا یا چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے اتفاق کیا لیکن جمہور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس عمل کو اچھا سمجھ کر عمل کیا تو وہ عمل بدعت نہ ہوگا بلکہ سنت ہوگا ان قواعد وضوابط کو سمجھنے کے بعد اب سمجھئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ''اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کا تعین کر کے فرمایا: أَحْدَثُوْہُ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ [۲]

یعنی یہ وہ بدعت ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نکالا گیا۔

---

[۱] (موطا مالک، کتاب السھو، باب ماجاء فی قیام رمضان، جلد۱، صفحہ۱۱۴، حدیث ۲۵۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[۲] (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، جلد۱، صفحہ ۳۷۸، حدیث ۱۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ایسی بدعت پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضرت مجاہد کا قول امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل فرمایا:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَسْجِدًا وَقَدْ أُذِّنَ فِيهِ وَنَحْنُ نُرِيدُ أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِ فَثَوَّبَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اخْرُجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هَذَا الْمُبْتَدِعِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ [۳]

یعنی حضرت مجاہد سے روایت ہے فرماتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک مسجد میں گیا تو اذان ہو رہی تھی اور ہم بھی مسجد میں نماز کے ارادہ سے گئے تھے لیکن مؤذن نے مذکورہ بالا کلمات کہہ ڈالے تو حضرت ابن عمر مسجد سے نکل گئے اور مجھے فرمایا اس بدعتی سے نکل جاؤ اسی وجہ سے آپ نے اس مسجد میں نماز نہ پڑھی۔

اس کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خروج از مسجد کی علت بتاتے ہیں:

وَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللّٰهِ التَّثْوِيبَ الَّذِى أَحْدَثَهُ النَّاسُ بَعْدُ [۴]

یعنی بے شک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بدعت سے کراہت کی جسے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکالا۔

سوال یہ بدعت ہر مسجد میں ہر صبح کی اذان میں سنائی دیتی ہے بلکہ کوئی نہ کہے تو اس میں مؤذن کی خیر نہیں۔

جواب ''الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' بدعت نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ اس سے مراد اذان کے بعد دوبارہ نماز کی اطلاع ہے جسے تثویب کہا جاتا ہے۔ یہ سوال شیعہ کرتے ہیں اسی لئے شیعہ یا بعض مجتہدین کا اعتراض بے جا ہے۔

سوال اگر یہ سنت ہے (واقعی سنت ہے) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے نہ صرف بدعت ٹھہرایا بلکہ غصہ سے اس مسجد میں نماز بھی نہ پڑھی۔

جواب مروجہ ''الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' مراد نہیں کیونکہ اسے خود ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے: وَرُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ [۵]

یعنی اس سے مروج ''الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' مراد ہے جو تثویب کے طور پر کہی جاتی ہے۔

سوال ''الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے۔

---

[۳] (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، جلد۱، صفحہ ۳۷۸، حدیث ۱۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[۴] (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، جلد۱، صفحہ ۳۷۸، حدیث ۱۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[۵] (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، جلد۱، صفحہ ۳۷۸، حدیث ۱۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

جواب ﴾ اذان کے اندر "اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ" کے متعلق صرف شیعہ کا خیال ہے کہ سنتِ نبوی نہیں سنتِ عمری ہے یہ خیال اس لئے کہ اذان کے اندر "اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ" کا کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فرمودہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پڑھا۔ "اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ" میں جس "اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ" کی بحث ہے وہ اذان کے بعد کے بارے میں ہے چنانچہ امام ترمذی نے تثویب کا باب باندھ کر ایک حدیث نقل کر کے اس کے ضعف کی تصریح کر کے فرمایا: وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِی تَفْسِیرِ التَّثْوِیبِ [٦]

یعنی اہلِ علم نے تثویب کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔

اس کا ایک قول تو فی الاذان کا ہے لیکن وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مراد نہیں اس لئے کہ اس تثویب کے خود ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال میں ترمذی شریف کی عبارت میں ہے۔ حضرت ابن عمر کی مراد یہی تثویب ہے جو اذان کے بعد کہی جائے چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ هُوَ شَیْءٌ أَحْدَثَهُ النَّاسُ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَاسْتَبْطَأَ الْقَوْمَ قَالَ بَیْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ [٧]

یعنی وہ ایک ایسی شئے ہے کہ جسے لوگوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (بدعت) نکالا کہ جب مؤذن اذان کہے اس کے بعد لوگوں نے نماز میں سستی کی تو اذان واقامت کے درمیان یہ کلمہ شروع کیا گیا۔

سوال ﴾ یہ جواب شیعوں کے لئے ہوسکتا ہے لیکن دیوبندیوں، وہابیوں کا جواب تو نہ بن سکا ان کا اعتراض یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نیا کام شروع کیا جائے وہ بدعت ہے اسی لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس مسجد میں نماز پڑھنا بھی گوارا نہ کیا جس میں اس بدعت کا ارتکاب ہوا۔

جواب نمبر ۱ ﴾ یہ تو مسلّم ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختلافات فی المسائل ہوئے اور نہ صرف تثویب بلکہ ہزاروں پھر ان اختلافات میں ترجیح اس صحابی کے قول کو دی جاتی ہے جس کے قول کی تائید دوسرے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یا قرآن وحدیث سے تقویت حاصل ہو۔ تثویب کی اس تفسیر پر کہ بعدِ اذان نمازیوں کو دوبارہ بلایا جائے صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو انکار ہے ورنہ آپ کے سوا دوسرے صحابہ ان کے بعد تابعین وتبع تابعین تا حال تثویب کو مستحسن سمجھا گیا اور الحمدللہ تا حال معمول بہ ہے جس کی

---

٦ (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، جلد ۱، صفحہ ۳۷۸، حدیث ۱۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

٧ (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، جلد ۱، صفحہ ۳۷۸، حدیث ۱۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تحقیق فقیر نے ”القول العجیب فی تحقیق التثویب“ میں لکھ دی ہے صرف فرق یہ ہے کہ خیر القرون میں ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ کہتے اور آج کل ”الصلوٰة و السلام علیك یارسول اللّٰه“ کہتے ہیں۔الحمدللہ اہل سنت (بریلوی) کا عمل خیرالقرون کے مطابق ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جن اکابر کے اسمائے گرامی گنوائے ہیں تابعین اورشروع احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء بھی گنوائے ہیں۔

فائدہ ﴾اس سے مخالفین کا رد ہوا کہ وہ ہمیں بدعتی کہتے ہیں حالانکہ وہی خود بدعتی ہیں کہ خیرالقرون کے عمل کو بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں ہاں یہ قاعدہ یادرکھئے کہ خیرالقرون سے تاحال اکثر شرعی مسائل میں سیئہ اوراسماءصفات میں ہزاروں تبدیلیاں واقع ہوئیں لیکن مخالفین کوضد صرف ان ہی مسائل سے ہے جو اہل سنت سے ہیں اوران کے خلاف ہیں۔

جواب ۲ ﴾حضرا بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا تخصیص! تابعین بلکہ ہر زمانہ میں ہوتا چلا آرہا ہے کہ ہر نئے کام پر (جب کہ اس میں دین کی بھلائی مدِنظر ہوتی) اختلاف ہوا مثلاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کے وقت حجراتِ نبویہ گرانے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرنالہ اُکھاڑنے سے کتنا اختلاف کیا؟ ایسے ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کی اذان کا اضافہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختلاف کیا ایسے ہی ہزاروں مثالیں شرع مطہرہ میں موجود ہیں۔

مدارسِ عربیہ کی بدعت پر نزاع ﴾امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے مروّجہ مدارسِ اسلامیہ کی بنیاد نظام الملک بن علی طوسی نے رکھی اس مدرسہ عربیہ کی بغداد میں بنام نظامیہ کی بنیاد رکھی گئی۔

(الکنز المدفون) ۸

جب یہ عظیم الشان جامعہ (یونیورسٹی) کا افتتاح ہوا تو عراق وشام ودیگر ممالک کے بہت سے علمائے کرام (محدثین وفقہاء) نے مبارک بادی دینے کے بجائے ایک دوسرے سے اظہارِ حزن وملال کیا۔تفصیل کے لئے دیکھئے ”بدعت ہی بدعت“۔

نتیجہ ﴾اتنے اختلاف کے باوجود جن مسائل کو مخالفین بدعت سیئہ کے کھاتے میں ڈالتے ہیں وہ تاحال مروّج و معمول بہا ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ بدعتِ حسنہ میں بعض حضرات اگر اختلاف کریں تب بھی قابلِ قبول نہیں۔دیکھئے تثویب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اختلاف کے باوجود صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین اورفقہ کے مجتہدین میں مروّج ومعمول بہ ہے۔

خطائے بزرگان گرفتن خطاست یعنی بزرگوں کی خطا پر گرفت کرنا خود خطا کار ہونا ہے۔

۸ (الکنز المدفون والفلک المشحون للسیوطی،صفحہ۲۵۶)

(یہ وہی نظامیہ مدرسہ ہے جس میں امام غزالی اور شیخ سعدی جیسے اکابر واسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ زیرِ تعلیم رہ کر دستارِ فضیلت سے مشرف ہوئے یہ حضرات اسی بدعت کی پیداوار ہیں)

سوال ﴾ جب اُمورِ خیر کا اجراء مبنی بر خیر و بھلائی ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام اور بعد کو بعض مجتہدین اور ائمہ دین اور علماء کرام نے اسے بدعت کہہ کر کیوں ٹھکرایا؟ بلکہ ان کی ممانعت میں سختی سے پیش آئے۔

جواب ﴾ نیا فعل جسے بدعتِ حسنہ کہا جاتا ہے کے اجراء کرنے والے دین واسلام کے اُصول کو زندہ رکھنے کی نیت سے جاری کرتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ عوام بلکہ بعض خواص بھی سستی کا شکار ہو رہے ہیں تو اس پر انہیں ایسے اجراء کا اجر وثواب ملتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: مَنْ سَنَّ فِی الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ........الخ [۹]

یعنی جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا۔

لیکن روکنے کی نیت بھی خیر و بھلائی پر مبنی ہوتی ہے مثلاً یہی مسئلہ تثویب جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ اجراء کیوں فرمایا: إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَاسْتَبْطَأَ الْقَوْمَ ....الخ [۱۰]

یعنی جب قوم (مسلمان) اذان سن کر نماز کی حاضری سے تاخیر کرنے لگی تو تثویب کا آغاز ہوا۔

ایسے ہی جمعہ کی اذان کے اضافہ کی علت احادیثِ مبارکہ میں موجود ہے، ایسے ہی مدارس کے آغاز و دیگر جملہ اکثر بدعاتِ حسنہ کا یہی حال ہے لیکن جن بزرگوں نے اظہارِ کراہت کی اُن کا مقصد بھی نیک تھا وہ فرماتے کہ عوام کو ایسی سہولتیں دی گئیں تو وہ دین سے آگے بڑھ کر سستی اور غفلت کریں گے۔ چنانچہ ان کا موقف بھی صحیح ہے لیکن چونکہ ان کا مؤقف مبنی بر اجتہاد خطائی تھا اس لئے انہیں معذور قرار دے کر اُن کے مؤقف پر عمل نہ ہوا اور نہ ہی ہم اُنہیں ملامت کرسکتے ہیں اس لئے ان کا مَطْمَعْ (مقصد) نظر اسلام کی فلاح و بہبود تھا اور جن بزرگوں کے اجتہاد پر عمل ہوا جیسے جمعہ کی اذان کا اضافہ مبنی بر صواب (درست) ہے اس سے انہیں اجر وثواب نصیب ہوگا (انشاء اللہ) لیکن خطائے اجتہادی سے کفِ لسان (خاموشی) ضروری ہے وہ اجتہادِ صحابہ کرام ہو یا ائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس لئے کہ مشہور مقولہ ہے

خطائے بزرگان گرفتن خطاست   یعنی بزرگوں کی خطا پر گرفت کرنا خود خطا کار ہونا ہے۔

نمازِ اشراق بدعت ﴾ نمازِ اشراق جیسے نوافل کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بدعت کہا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ

---

[۹] (صحیح مسلم، کتاب العلم، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة الخ، جلد۲، صفحہ ۷۰۴، حدیث ۱۰۱۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

[۱۰] (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، جلد۱، صفحہ ۳۷۸، حدیث ۱۹۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ الضُّحَى فِي الْمَسْجِدِ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ؟ فَقَالَ بِدْعَةٌ [11]

یعنی حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں اورعروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے وہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما تھے اور مسجد میں اشراق کے نوافل پڑھ رہے تھے ہم نے ان سے اُن کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ بدعت ہے۔

فائدہ ﴾ یہ وہ نوافل ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر پڑھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تا حال ہر نیک صالح انسان پڑھتا ہے بلکہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ نوافل بلا ناغہ پڑھے جائیں تو قرض اُتر جاتا ہے اور تنگدستی وافلاس دور رہتا ہے اور آخرت کا اجر وثواب تو شمار سے باہر ہے۔ تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ "فضل الخلاق فی نوافل الاشراق" میں لکھی ہے۔

انتباہ ﴾ دیوبندی، وہابی ہر ایسی احادیث مبارکہ اور عباراتِ اسلاف دکھا کر دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ احادیثِ مبارکہ کی حقیقتِ حال سے چشم پوشی یا عمداً دین کے مسائل پر ڈاکہ ڈالتے ہیں مثلاً اسی روایت کو دیکھ لیں کہ نمازِ اشراق افعال واقوالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحاح کی روایات سے ثابت ہے خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انکار فرمایا تو علماء کرام نے اس کے جوابات میں تصنیفات لکھ دیں۔ چنانچہ صرف اسی موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رسالہ "جز فی صلوٰۃ الضحیٰ" الحاوی للفتاوی میں موجود ہے جو جلد اول میں کئی صفحات تک پھیلا ہوا ہے۔

حقیقتِ حال ﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نفس نوافلِ اشراق کو بدعت نہیں فرمایا بلکہ لوگوں کے ایک غلط روّیہ کو بدعت بتایا ہے جس کی تفصیل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الحاوی للفتاویٰ کے رسالہ مذکور کے آخر میں لکھا کہ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ :أَوَّلُ مَنْ صَلَّى الضُّحَى رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ :ذو الزوائد ، وَلَفْظُ الطَّبَرَانِيِّ :يُكَنَّى بأبي الزوائد [12]

یعنی حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نمازِ اشراق جس نے پڑھی (بدعت نکالی) وہ ایک صحابی ابوالزوائد تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

---

[11] (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان عدد عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وزمانھن، جلد۲، صفحہ ۹۱۶، حدیث ۱۲۵۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[12] (الحاوی للفتاویٰ، جز فی صلاۃ الضحی، جلد۱، صفحہ ۴۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فائدہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس ابوالزوائد پر جرح قدح اور تنقید وتبصرہ کے بعد لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَأَوَّلُوا هَذَا الْأَثَرَ عَلَى أَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ صَلَّاهَا فِي الْمَسْجِدِ جَمَاعَةً ، كَمَا تُصَلَّى التَّرَاوِيحُ [۱۳]

یعنی اس نے تراویح کی طرح اشراق کو باجماعت مسجد میں پڑھنا شروع کر دیا۔

عبداللّٰہ بن عمر کے انکار کی وجہ امام جلال الدین سیوطی، امام نووی از قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح مسلم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مُرَادُهُ أَنَّ إِظْهَارَهَا فِي الْمَسْجِدِ بِدْعَةٌ وَالِاجْتِمَاعُ لَهَا هُوَ الْبِدْعَةُ ، لَا أَنَّ أَصْلَ صَلَاةِ الضُّحَى بِدْعَةٌ [۱۴]

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ ہے کہ نمازِ اشراق کا مسجد میں اظہار اور اس کے لئے اجتماع (باجماعت وغیرہ) بدعت ہے نہ کہ ان کی مراد یہ ہے کہ اصل نمازِ اشراق بدعت ہے۔

اپیل اُویسی غفرلہٗ دین کا درد رکھنے والوں سے اپیل ہے کہ بدعت کے فتوے لگانے کے شوقین لوگوں کا حال دیکھئے کہ وہ خواہ مخواہ ہر نیک عمل بالخصوص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمّت کے اولیائے کرام کے متعلقات پر بدعتِ سیئہ کا بہتان تراش کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایسے اقوال کے نظائر وشواہد سے دھوکہ دیتے ہیں۔ کیا یہ دین کی خدمت ہے یا دین دشمنی؟ اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں پہلے ایسے لوگوں کی علامات بتا کر اُمّت کو ان سے دور رہنے کی بار بار تاکید فرمائی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب ''دیوبندی وہابی کی نشانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی''۔

قاعدہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا دوسرے اولیائے اُمّت جس عمل کو بدعت کہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بدعتِ سیئہ ہے اور اگر فی الواقع بدعت سیئہ بھی ہوگی تو چند عوارض کی وجہ سے ورنہ بلا عوارض وہ بدعتِ سیئہ نہیں ہوتی اس کی ہزاروں مثالیں شریعتِ مطہرہ میں موجود ہیں۔ فقیر نے کتاب ''بدعت ہی بدعت'' میں چند مثالیں عرض کر دی ہیں اس کا مطالعہ کیجئے۔

انتباہ '' الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' سنت نبوی ہے نہ کہ بدعتِ عمری کیونکہ '' الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کے الفاظ صبح کی اذان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پڑھے جاتے تھے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سکھاتے ہوئے فرمایا: فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ [۱۵]

---

[۱۳] (الحاوی للفتاویٰ، جزفی صلاۃ الضحی، جلد ۱، صفحہ ۵۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

[۱۴] (الحاوی للفتاویٰ، جزفی صلاۃ الضحی، جلد ۱، صفحہ ۵۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

[۱۵] (سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب کیف الاذان؟، حدیث ۵۰۰، جلد ۱، صفحہ ۱۹۰، دارالفکر، بیروت)

یعنی اگر صبح کی نماز کی اذان ہوتو اس میں ''حَیَّ عَلَی الفَلاحُ '' کے بعد '' اَلصَّلَاۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوْمِ''دومرتبہ کہہ لے واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق یہ کلمات اذان کے ہیں جوزمانۂ نبوی میں پڑھے جاتے تھے۔

خلاصۂ بحث ﴾نمازِ صبح کی اذان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما '' اَلصَّلَاۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کو بدعت نہیں کہتے تھے بلکہ اس کے خود عامل تھے اور نہ یہ بدعت ہے جیسے شیعوں میں مشہور ہے بلکہ یہ کلمات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ہاں یہ کلمات اذان کے بعد دوبارہ لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے تابعین یا بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے ایجاد کئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اِسے بدعت کہا بلکہ ناراض ہوئے تو اس کے جوابات رسالہ ہذا میں مفصل گزرے ہیں یونہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نمازِ اشراق کو بدعت نہیں کہا بلکہ لوگوں کے نئے ایجاد کردہ طریقہ کو بدعت کہا جیسا کہ رسالہ ہذا میں مختصر اور تفصیل فقیر کی کتاب ''فضل الخلاق فی تحقیق صلوٰۃ الاشراق '' میں ہے۔

بلکہ ہیئت کی تبدیلی کے باوجود بھی اشراق کے نوافل کو بانگاہِ تحسین دیکھتے تھے چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَأَخْرَجَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِی التَّمْھِیدِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :لَقَدْ قُتِلَ عثمان ، وَمَا أَحَدٌ یُسَبِّحُھَا ، وَمَا أَحْدَثَ النَّاسُ شَیْئًا أَحَبَّ إِلَیَّ مِنْھَا [۱۲]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک ان نوافل (اشراق) کو کسی نے نہیں پڑھا ہاں جن لوگوں نے طریقہ جدیدہ سے اس کو ایجاد کیا ہے وہ میرے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔

فائدہ ﴾اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما طریقہ جدیدہ کو بدعت کہتے تھے نہ کہ نوافلِ اشراق کو اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اسی سے زائد احادیث صحیحہ وغیر صحیحہ سے اس کا ثبوت موجود ہے۔ تفصیل فقیر نے رسالہ ''فضل الخلاق فی تحقیق صلوۃ الاشراق ''میں عرض کردی ہے۔ چند احادیث اس رسالہ میں بھی پڑھئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز کے بعد اسی جگہ مصلیٰ پر بیٹھا رہا اور ذکر میں مشغول رہا اور پھر اشراق کی نماز پڑھے تو اس کو ایک مقبول حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ صَلَّی الْغَدَاۃَ فِی جَمَاعَۃٍ ثُمَّ قَعَدَ یَذْکُرُ اللّٰہَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَتْ لَہٗ کَأَجْرِ حَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ

---

[۱۲] (الحاوی للفتاویٰ، جز فی صلاۃ الضحٰی، جلد ا، صفحہ ۵۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(مصنف عبدالرزاق الصنعانی، کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الضحی، جلد ۳، صفحہ ۷۸، حدیث ۴۸۶۸، المکتب الاسلامی، بیروت)

قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ [۱۷]

یعنی جوشخص باجماعت نمازِ فجر پڑھے پھر ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے پھر دو رکعتیں پڑھے تو اس کے لئے حج وعمرہ جتنا ثواب ہے۔

راوی نے فرمایا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پورا پورا پورا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام طحطاوی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ان الفاظ سے نقل کی ہے:

مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ تَامَّةٍ وَعُمْرَةٍ "حديث حسن" [۱۸]

یعنی جوشخص نمازِ فجر باجماعت پڑھے پھر ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے پھر دو رکعتیں پڑھے تو اُسے پورے حج اور پورے عمرہ کے ثواب جیسا ثواب ملتا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت سہل بن معاذ الجہنی اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَعَدَ فِي مُصَلَّاهُ حِينَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، حَتَّى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحَى، لَا يَقُولُ إِلَّا خَيْرًا، غُفِرَ لَهُ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ [۱۹]

یعنی جوشخص نمازِ فجر سے فارغ ہونے کے بعد اپنے جائے نماز پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ وہ ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھے اس حال میں کہ وہ نہ کہے مگر اچھی بات تو اُس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

فائدہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس حدیث میں ضحیٰ کی دو رکعتوں سے مراد نمازِ اشراق کی دو رکعتیں ہیں اور دوسری حدیثوں میں نمازِ اشراق اور نمازِ چاشت دونوں کا احتمال موجود ہے۔ [۲۰]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا مِنْ عَبْدٍ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ ، ثُمَّ جَلَسَ فِي مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ، أَوْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ، إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَهُ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ [۲۱]

---

۱۷ (سنن الترمذی، کتاب الجمعۃ، باب ذکر ما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلاۃ الصبح حتی، جلد۲، صفحہ۴۵۱، حدیث ۵۸۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

۱۸ (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلاۃ، احکام الصلاۃ، باب الاوقات المستحبۃ، جلد۱، صفحہ۷۴، المکتبۃ العصریۃ)

۱۹ (سنن ابوداؤد، کتاب تفریع ابواب التطوع ورکعات السنۃ، باب صلاۃ الضحی، جلد۱، صفحہ۴۱۱، حدیث ۱۲۸۷، دار الفکر، بیروت)

۲۰ (اشعۃ اللمعات، جلد۱، صفحہ۵۵۳)

۲۱ (الحاوی للفتاویٰ، جزء فی صلاۃ الضحی، جلد۱، صفحہ۴۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یعنی کوئی بندہ نہیں جو صبح کی نماز پڑھے پھر اپنی جگہ میں بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر اُٹھے اور دو یا چار رکعتیں پڑھے اس کے لئے یہ بات ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔

امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کی نماز پڑھے پھر اپنی جگہ ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعتیں اشراق کی پڑھے تو اللہ تعالیٰ آگ پر یہ بات حرام فرما دیتا ہے کہ وہ اُسے جھلسے یا کھائے۔ [۲۲]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکرِ الٰہی کرنے والوں کے ساتھ میرا صبح کی نماز سے طلوعِ آفتاب تک بیٹھا رہنا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اولادِ اسماعیل کے چار غلام آزاد کروں اور ذکرِ الٰہی کرنے والوں کے ساتھ میرا نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک بیٹھا رہنا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔ (رواہ ابوداؤد وحسنہ السیوطی فی الجامع الصغیر، مشکوٰۃ شریف) [۲۳]

فائدہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ اس حدیث میں ذاکرین کے ساتھ بیٹھے رہنے کا بظاہر مفہوم ذکرِ الٰہی میں اُن کے ساتھ شریک ہونا ہے اور اگر مجرد (اکیلے) بیٹھنا یا اُن کی صحبت میں رہنا ہی مراد ہو تو یہ بھی درست ہے کیونکہ اسی معنی میں یہ آیا ہے:

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ [۲۴]

یعنی وہ بیٹھنے والے ہیں کہ ان کا ساتھی بدبخت نہیں ہوتا۔

طبرانی اوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص نمازِ فجر پڑھے پھر اپنی جگہ پر بیٹھا رہے اور کوئی بے فائدہ دنیاوی کام نہ کرے اور اللہ کو یاد کرتا رہے یہاں تک کہ اشراق کی چار رکعتیں پڑھے تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح وہ اُس دن تھا جس دن اُس کی ماں نے اُسے جنا تھا اُس پر کوئی گناہ نہیں تھا۔ [۲۵]

---

[۲۲] (الحاوی للفتاوی، جزفی صلاۃ الضحیٰ، جلد۱، صفحہ۴۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

[۲۳] قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لأن أقعد مع قوم يذكرون الله تعالى من صلاة الغداة حتى تطلع الشمس أحب إلي من أن أعتق أربعة من ولد إسماعيل ولأن أقعد مع قوم يذكرون الله من صلاة العصر إلى أن تغرب الشمس أحب إلي من أن أعتق أربعة

(سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، جلد۲، صفحہ۳۴۷، حدیث ۳۶۶۷، دارالفکر، بیروت)

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، الفصل الاول، جلد۱، صفحہ۲۱۲، حدیث ۹۷۰، المکتب الاسلامی، بیروت)

(صحیح وضعیف الجامع الصغیر، جلد۱، صفحہ۹۱۷، حدیث ۹۱۶۷، المکتب الاسلامی، بیروت)

[۲۴] (اشعۃ اللمعات، جلد۱، صفحہ۴۲۲) [۲۵] (الحاوی للفتاوی، جزفی صلاۃ الضحیٰ، جلد۱، صفحہ۵۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ (جہاد کے لئے) روانہ فرمایا اس دستے نے مالِ غنیمت حاصل کیا اور بہت جلدی واپس چلا آیا تو لوگوں نے اس کثرتِ مالِ غنیمت اور جلدی کے ساتھ واپسی کے بارے میں گفتگو شروع کردی آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ ثواب والا جہاد، کثرت والا مالِ غنیمت اور جلدی واپس چلا آنے والا دستہ نہ بتاؤں: مَنْ تَوَضَّأَ، ثُمَّ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ لِسُبْحَةِ الضُّحَى، فَهُوَ أَقْرَبُ مَغْزًى، وَأَكْثَرُ غَنِيمَةً، وَأَوْشَكُ رَجْعَةً [۲۶]

یعنی جو شخص وضو کرے پھر مسجد کی طرف اشراق پڑھنے کے لئے جائے تو اس کا یہ عمل زیادہ ثواب والا جہاد، زیادہ کثرت والا مالِ غنیمت اور زیادہ جلدی واپس آنے والا دستہ ہے۔

حضرت سماک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے فرمایا ہاں بہت مرتبہ: كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْغَدَاةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتْ قَامَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [۲۷]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں اُٹھا کرتے تھے جس میں نمازِ فجر پڑھتے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجاتا پھر جب سورج طلوع ہوجاتا تو آپ نمازِ اشراق پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ فكان ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما اذا صلى الغداة جلس حتى تطلع الشمس فقيل له لم تفعل هذا؟فقال أريد به السنة (غنية الطالبين) [۲۸]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو سورج کے نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے تھے آپ کو کہا گیا کہ آپ یہ کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا میں اس عمل کے ذریعہ سے سنت کی ادائیگی کا ارادہ کرتا ہوں۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ میرا کسی قوم کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے ہوئے یعنی تکبیر و تہلیل پڑھتے ہوئے نمازِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک بیٹھے رہنا مجھے اس سے زیادہ محبوب اور خوش کن ہے کہ میں غلام آزاد کروں۔

(غنية الطالبين) [۲۹]

---

[۲۶] (مسند احمد بن حنبل، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، باب مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، حدیث ۶۶۳۸، جلد۲، صفحہ۱۷۵، عالم الکتب، بیروت)
(الحاوی للفتاویٰ، کتاب الصلاۃ، جلد۱، صفحہ۴۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

[۲۷] (سنن ابوداؤد، کتاب تفریع ابواب التطوع ورکعات السنۃ، باب صلاۃ الضحیٰ، جلد۱، صفحہ۴۱۳، حدیث۱۲۹۴، دارالفکر، بیروت)

[۲۸] (غنیۃ الطالبین، فصل فی الورد الاول من النھار، جلد۲، صفحہ۳۶۳، داراحیاء التراث العربی بیروت)

[۲۹] (غنیۃ الطالبین، فصل فی الورد الاول من النھار، جلد۲، صفحہ۳۶۲، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سند کے ساتھ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مسجد میں صبح کی نماز پڑھے پھر ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے طلوعِ آفتاب تک بیٹھا رہے پھر جب آفتاب طلوع ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُس کی ہر رکعت کے عوض میں جنت میں ایک لاکھ حوریں عنایت فرماتا ہے جبکہ اُن میں سے ہر حور کے ہمراہ ایک لاکھ کنیزیں ہوں گی اور یہ شخص اللہ کے نزدیک عبادت گزاروں میں شمار ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین) [30]

مزید احادیث کے لئے فقیر کا رسالہ "فضل الخلاق فی تحقیق صلوٰۃ الاشراق" میں ملاحظہ فرمائیے۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۱۹ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ ۱۵ نومبر شب ۱۹۹۲ء شب سوموار بعد صلوٰۃ المغرب

واضافہ جدیدہ ۱۷ جمادی الاول ۱۴۲۳ھ نومبر ۲۰۰۲ء

بہاولپور پاکستان

[30] (غنیۃ الطالبین، فصل فی الورد الاول من النہار، جلد ۲، صفحہ ۳۶۲، دار احیاء التراث العربی بیروت)